ضیائے گیارھویں

گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت......؟

مع مختصر سوانح حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

مصنف: مولانا نسیم احمد صدیقی نوری

انجمن ضیاء طیبہ

نزد دفتر الموذن حج وعمرہ سروسز، آدم جی داؤد روڈ، میٹھادر، کراچی۔

انتساب

رسالہ ہٰذا کو شہدائے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے جن میں حضرت علامہ مولانا مختار احمد قادری شہید، حضرت صاحبزادہ علامہ فرید الحسنین کاظمی شہید، حافظ محمد تقی شہید، حاجی محمد حنیف بلو شہید، مولانا عباس قادری شہید (سربراہ سنی تحریک)، مولانا افتخار احمد بھٹی شہید، مولانا محمد اکرم قادری شہید، عبدالقدیر عباسی شہید، ذاکر حسین شہید (چیئرمین پاکستان پیرامیڈیکل)، آصف حسین ضیائی شہید (عالمی تنظیم اہلسنّت و جماعت)، مولانا محمد کاشف اشرفی شہید (نائب امیر جماعت اہلسنّت سرجانی ٹاؤن)، حافظ محمد علی شہید، حافظ محمد احمد شہید و شہدائے دارالعلوم نعیمیہ و دیگر شہداء شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ایسی شہادت کی موت ہر مسلمان کا مقدر بنائے۔ (آمین)

ZIA-E-TAIBA

واسطہ پیارے کا جو کوئی سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں کہ مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے کہ طیب و طاہر گیا

از نتیجہ فکر امام احمد رضا مجدد، محدث و محقق بریلوی علیہ الرحمۃ

پیش لفظ

الحمدللہ علیٰ احسانہٖ ''انجمن ضیاءِ طیبہ'' گذشتہ دو سال سے مسلک حقہ اہلسنّت و جماعت کی ترویج و اشاعت کیلئے خدمت میں مصروف عمل ہے۔ انجمن کی نسبت شیخ العرب و العجم حضرت قطب مدینہ شاہ ضیاالدین قادری مدنی قدس سرہٗ (خلیفہٗ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ) سے معنون ہے۔ انجمن ضیاءطیبہ نے خواص وعوام کی اعتقادی ونظریاتی راہنمائی کیلئے تاحال اہم موضوعات پر محققانہ اور ناصحانہ 32 کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ شمسی کلینڈر کے پہلے یوم جمعہ کے موقع پر بعد عشاء الف مسجد کھارادر میں حالات حاضرہ کے مطابق اہم موضوعات پر درس قرآن وحدیث کے اجتماعات بعنوان ''ضیائے قرآن'' منعقد ہوتے ہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ کراچی کے مختلف ٹاؤنز میں ''ضیائے قرآن'' کی محافل کا منفرد انداز میں انعقاد کیا جائے گا۔ جس میں درس کے اختتام پر بیان کردہ موضوع پر پہلے سے شائع شدہ کتاب و حاضرین میں مفت تقسیم کی جائے گی۔

انجمن ضیاء طیبہ علمائے اہلسنّت سے استفادہ کیلئے درخواست گزار ہے کہ مسلک کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تصنیف وتالیف میں مشغول ہوں اور اس سلسلے میں عنوانات کے تعین کیلئے اور تصنیفات کی اشاعت کیلئے ہم سے رجوع کریں۔ مدارس کے مہتمم حضرات اور اربابِ علم و دانش (وابستگانِ اہلسنّت) کی خدمت میں انتہائی مؤدبانہ التماس ہے کہ آج کے دور میں ادیانِ باطلہ اور گمراہ فرقوں

نے میڈیا وار برپا کر رکھی ہے مختلف چینلز پر ملت اسلامیہ کو اعتقادی ونظریاتی طور پر گمراہ کرنے کی سازشیں کی جارہی ہیں، بدعقیدگی کا زہرِ ہلاہل جدیدیت کے میٹھے شربت میں گھول کر پلایا جارہا ہے۔ اخبارات، رسائل وجرائد اور ٹی۔وی۔ چینلز پر مسلّمہ اسلامی عقائد کو چھیڑا جارہا ہے۔ جاہل عالم بن کر، کم عقل دانشور بن کر، کہانی نویس صحافی بن کر بے باکانہ انداز میں کہہ رہے ہیں کہ عقیدہ وجذبہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ ایسے پرآشوب دور میں آپ پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ ملت کی راہنمائی کیلئے ہراول دستے کا کردار ادا کریں۔

پیش نظر رسالہ ''گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت'' (ضیائے گیارہویں) علمی، تحقیقی مقالہ ہے جسے مولانا نسیم احمد صدیقی نوری نے ترتیب دیا ہے۔ یہ رسالہ یقیناً اپنے قارئین کیلئے نہایت مفید اور علم میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

انجمن کے کاز کے دائرہ کو وسیع کرنے کیلئے آپ حضرات سے ہم مفید آراء وتجاویز کے طلبگار ہیں۔ اپنے سنی بھائیوں اور بہنوں سے استدعا ہے کہ انجمن ضیاءِ طیبہ کیلئے مستقل استقامت اور روز افزوں ترقی کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ تمام سنیوں کو شہدائے (رحمہم اللہ) عید میلاد النبی ﷺ کی طرح شہادت کی موت نصیب فرمائے (آمین)

سید اللہ رکھا ضیائی

انجمن ضیاءِ طیبہ

نحمدہٗ و نستعینہٗ و نستغفرہٗ ونصلّی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم و علی آلہ الطّیبین الطاھرین و علیٰ اصحابہ المکرمین المعظمین و ازواجہ الطاھرات امھات المؤمنین و اولیاء امتہ الراشدین المھدیین اجمعین .

اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم Oبسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیمO

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاO (۱)

پہلے دُکھی دل کی بات:

اس رسالہ میں ایک مضمون محترم جناب حافظ محمد تقی شہید کا تحریر کردہ بھی شامل اشاعت ہے جوانہوں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ کے آخری سال1975ء میں تحریر کیا تھا اور اخبار ''جنگ'' کراچی نے ربیع الثانی کے غوث الاعظم ایڈیشن میں شائع کیا تھا۔ جناب حافظ محمد تقی شہید سرکار غوث الاعظم کے صدقے پاکستان اور اہلسنت و جماعت کے مذہبی اور سیاسی افق پر خوب چمکتے اور دمکتے رہے ہیں وہ قومی اسمبلی کے ممبر رہے اور صوبائی وزیر بھی رہے۔ جنرل محمد ضیاالحق کے زمانہ میں مجلس شوریٰ کے ممبر نامزد ہوئے۔ فقیر جب1974ء میں تحریک ختم نبوت کے آخری ایام میں گرفتار ہوا تھا اسی وقت سے فقیر کا حافظ محمد تقی شہید علیہ الرحمۃ والرضوان سے تعلق قائم رہا۔ حافظ محمد تقی شہید علیہ الرحمۃ نہایت دیانتدار، بے لوث اور بے خوف اعلیٰ ذہانت وبصیرت کے مالک تھے۔ قائدانہ صلاحیتوں کے مالک ہونے کے باوجود بوقت ضرورت عام کارکن کی طرح مسلکی کاموں میں مصروف عمل ہوتے۔ فقیر نے انہیں سفر وحضر میں بھی

دیکھا، مختلف کنونشنزاور سنی کانفرنسوں میں بھی کارکنان اہلسنت کے ساتھ ٹرینوں اور بسوں میں خوشدلی سے سفر کرتے دیکھا۔ جبر کے اس دور میں جب کراچی میں خصوصاً لیاقت آباد میں سیاسی مخالفین کی لاشیں بوریوں میں بند ملا کرتی تھیں۔ فقیر نے حافظ محمد تقی شہید علیہ الرحمۃ کو لیاقت آباد کی تنگ گلیوں میں رات کی تاریکی میں بھی مسلک کے کاموں میں مصروف دیکھا، عیدگاہ قصابان مسجد کی تعمیر جدید کا ایک خواب جسے عملی تعبیر دینے کیلئے حافظ تقی شہید نے چالیس کے متبرک ہندسے کے مطابق علماء کرام سے سنگ بنیاد رکھوایا۔ بہت جلد وہ کام شروع کرنے والے تھے۔ عیدگاہ مسجد قصابان میں 30 سال تراویح میں امامت فرمانے والے حافظ تقی ربیع الاول شریف میں بارہ روزہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام بھی کرتے تھے اور گذشتہ کئی سالوں سے یہ بارہ روزہ پروگرام جاری تھے۔ ہم انجمن طلبہ اسلام سے وابستہ کئی افراد حافظ صاحب کو پیار سے حافظ جی کہتے تھے۔ میرے حافظ جی اور سب سنیوں کے حافظ جی میرے ساتھ ہی نماز میں نشتر پارک کے اسٹیج پر موجود تھے۔ قراردادوں کے مضامین حافظ جی شہید بہت عمدہ لکھتے تھے اکثر مجھ سے مسابقت میں سبقت ہی رکھتے اور عید میلاد النبی ﷺ کے روز شہادت کی دوڑ میں انہوں نے سبقت حاصل کی...... فقیر نے اپنے کانوں سے انہیں کلمہ شریف پڑھتے سُنا اور دیکھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مجھ فقیر کو بھی شہادت کی موت عطا فرمائے۔ (آمین)

حاجی محمد حنیف بلو شہید کی تشکیل کردہ تحریک عوام اہلسنّت کی علماء کونسل کا صدر ہونے کا فقیر کو دس برس تک اعزاز حاصل رہا ہے۔ صبح و شام ملاقات اور شب بھر ٹیلی فون پر بات چیت، یہ تو معمول تھا آج بھی میرے کانوں میں یہ الفاظ (جو اسٹیج پر

انہوں نے کہے) گونجتے ہیں، ''نسیم بھائی یہ کیا ہوگیا؟'' انہوں شدید زخمی حالت میں توبہ بھی کی اور درود وسلام اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دُنیا سے رخصت ہوئے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

کلمہ شریف پڑھتے ہوئے تمام شہداء کے چہرے روشن تھے کوئی کرب کسی کے چہرے پرنہیں تھا۔ حضرت علامہ مختار قادری شہید، حضرت عباس قادری شہید، حضرت اکرم قادری شہید، حضرت افتخار احمد بھٹی شہید، حضرت آصف حسین ضیائی شہید، حضرت صاحبزادہ فرید الحسنین کاظمی شہید، حضرت ذاکر حسین شہید ودیگر شہداء رحمہم اللہ اجمعین آسمان اہلسنّت کے درخشندہ ستارے تھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ط

اَللّٰھُمَّ الرْزُقنا شَھَادَۃً فِی سَبِیْلِکَ (آمین)

قارئین محترم! درمندی وتمہیدی کلمات کے بعد عنوان یہ ہے ''گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت'' زیرنظر رسالہ میں اس عنوان کے تحت قرآن مجید، احادیث نبویہ، اقوال فقہاء وعلماء ومشائخ سے مضامین جمع کیے گئے ہیں تاکہ مطالعہ کے شائقین وابستگانِ اہلسنّت کو دلائل سے اپنے معتقدات ونظریات اور معمولات پر استقامت حاصل ہو، نیز مانعین ومخالفین حضرات کو بھی مطالعہ کے نتیجے میں کم از کم یہ فائدہ حاصل ہو کہ وہ جو شدت کے ساتھ بلادلیل گیارہویں شریف پر معترض ہوتے ہیں۔ رسالہ ہٰذا میں مرقوم دلائل اُن کیلئے لمحۂ فکریہ ثابت ہوں اور ان حضرات کے تشدد پسند مزاج میں نرمی پیدا ہو اور ان کے قلوب واذہان حق کو قبول کرنے کیلئے آمادہ ہوں (آمین یارب العالمین)

ZIA-E-TAIBA

عرس اور گیارہویں شریف

قارئین محترم! اپنے پیشرو مرحومین کو یاد کرنا اور ان کیلئے دعاء مغفرت کرنا، تیجہ، چہلم، اور برسی کہلاتا ہے اور ایسے مرحومین جو اپنے زہد وتقویٰ کی بنیاد پر منصب ولایت پر فائز رہے اور خلق کی ہدایت وراہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے، انہیں کلمات طیّبات سے یاد کرنا ''عرس مقدس'' کہلاتا ہے۔

عرس کا لغوی معنیٰ:

عرس کے لغوی معنیٰ ''شادی'' اور ''دلہن'' کے ہیں۔ (۲)

عرس کا اصطلاحی معنیٰ:

عُرس کے اصطلاحی معنیٰ خود رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمادیے ہیں، حدیث شریف میں مسلمانوں کی کامیاب قبر کی منزل کے بعد (یعنی نکیرین کے سوالوں کا صحیح جواب دینے کے بعد) مغفرت و بخشش کا مژدہ صاحب قبر کو سُنایا جاتا ہے، جنت سے ایک کھڑکی قبر میں کھول دی جاتی ہے۔ قبر وسیع وکشادہ کرکے منور بھی کردی جاتی ہے اور صاحبِ قبر سے کہا جاتا ہے، ''سو جاؤ اس طرح جیسے دُلہن مطمئن سوتی ہے، سوائے اس کے پیارے کے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔'' (۳)

اس حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اپنے ''حجلۂ عروسی'' میں دُلہن کو کوئی خوف وخطر دامن گیر نہیں ہوتا، اسی طرح دارین یعنی دونوں جہاں میں کامیاب ہوجانے والوں کو خطرات جہنم کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس طرح حجلۂ عروسی میں ''دلہن'' کی ناز برداریاں

ہوتی ہیں اوراس کی رضا اور خواہشات کا خیال رکھا جاتا ہے،اسی طرح جن ولیوں اور بزرگان دین کا عرس مقدس ہوتا ہے اس میں شرکاء کو یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں قرار حاصل کرنے والے ہماری مغفرت و بخشش کیلئے وسیلہ بن جائیں گے۔

عرس کی حقیقت:

کیونکہ اس دن کو نکیرین نے یوم العروس قرار دیا اور اس وقت قرار دیا جب صاحبِ قبر سوالات کے اہم مرحلہ یعنی تیسرے نمبر پر ہونے والا اہم ترین سوال کہ جس پر کامیابی کا مدار ہے،

ماکنت تقول فی حق ھٰذ الرجل لمحمد (۴)

(ترجمہ) اے صاحبِ قبر! تم دنیا میں انہیں کیا کہتے تھے؟ ان کا عرفان تمہیں کیسے حاصل تھا؟

جو یہ جواب دے کہ یہی تو وہ ہیں، جو ہر عالم کے دولہا ہیں، انہی کی زیارت کیلئے تو زندگی بھر سوچتا تھا کہ مر کر یہ زیارت ممکن ہے۔ لہٰذا آج دونوں عالم کے دولہا کی زیارت بھی ہو اور وصال محبوب بھی ہو تو یقیناً وہی یوم العروس ہے۔

ZIA-E-TAIBA

آیت مقدسہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ ا وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاO(۵)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اللہ انہیں مقام محبوبیت عطا فرمائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے(٦)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو مقام محبوبیت ومقبولیت عطا فرماتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نِدا فرماتا ہے کہ بیشک میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، جبرئیل امین علیہ السلام اسی وقت سے محبت کرنے لگتے ہیں (گویا پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی طرح جیسے اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو آگاہ کیا) حضرت جبرئیل علیہ السلام ہر آسمان پر اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت فرماتا ہے، میں جبرئیل بھی محبت رکھتا ہوں تم بھی اس بندہ سے محبت رکھو تو آسمان والے تمام فرشتے اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر اس بندہ کیلئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' (۷)

جو صاحبان ایمان ہیں اور پھر عمل صالح کی دولت سے بھی مالا مال ہیں انہیں بارگاہِ الٰہی میں محبوبیت ومقبولیت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس محبوبیت کا اعلان ہونا، یہ بڑا انعام ہے۔

عرس کا اعلان اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ نہ صرف اپنے نیک بندہ سے اپنی محبت کا اعلان فرماتا ہے بلکہ اس کیلئے کس قدر شاندار اہتمام بھی فرماتا ہے، حضرت جبرئیل کو آگاہ فرمانا اور پھر حکم دینا کہ تم بھی محبت کرو اور پھر اس محبت کا حق ادا کرنے کیلئے تم بھی اہل آسمان کیلئے اعلان کرو۔

قارئین محترم! ملاحظہ فرمائیے کہ بندہ بقید حیات (یعنی زندہ) زمین پر موجود ہے، لیکن اسے مقام قرب حاصل ہوگیا محبوبیت کے درجہ پر فائز ہوگیا، لٰہذا غیر مادّی کائنات (عالم روحانیت) میں مادّی کائنات کے بسنے والے کا عرس زندگی ہی میں ہو رہا ہے۔ بندے کے اعمال حسن کی مقبولیت ہورہی ہے اور بندہ کیلئے اقوال احسن ارشاد ہورہے ہیں، بندہ عمل زمین پر کررہا ہے، تعریف آسمان پر ہورہی ہے۔ یہ تعریف کرنا، یہ عمل محبت پھر اعلان محبت...... اسی کا نام تو ''عرس'' ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے جوار رحمت میں بندہ کا عرس ہورہا ہے۔ پھر ساتویں آسمان پر...... پھر چھٹے آسمان پر...... پھر پانچویں آسمان پر...... پھر چوتھے آسمان پر...... پھر تیسرے آسمان پر...... دوسرے آسمان پر...... پھر پہلے آسمان پر...... بس مجھے یہ کہنے میں باک نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ کو محبوب بنا کر یہ انعام عطا فرمایا جس کے نتیجے میں بتدریج اسے خراج تحسین آسمان کے تمام طبقات میں پیش کیا گیا اور پھر تدریجاً وہی محبوبیت ومقبولیت نیچے اُتری اور بندہ بیشک دشت وجبل کے غاروں میں ہو یا جنگلات میں...... جھونپڑا نشین ہو یا شہر ہی کے اندر اپنی خانقاہ میں گوشہ نشین ہو، بیشک جو کبھی جلوت میں نہ آیا ہو، پھر بھی مخلوق کے دل میں اسکی محبت رکھ دی جاتی ہے اور پھر مخلوق اس کے آستانوں تک اور خانقاہوں تک کے ناواقف اور گمگشتہ راہوں سے بھی واقف ہوجاتی ہے، کیونکہ ان خانقاہوں کے راستوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کے چراغ جل رہے ہوتے ہیں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی یاقوتی اور زمردی نگاہ التفات کے باعث ان راستوں میں کہکشاں بچھی ہوتی ہے۔

تعارف گیارہویں شریف:

گیارہویں شریف اورعرس شریف کی علیحدہ اور جداگانہ حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے عرس مقدس ہی کا نام گیارہویں شریف ہے۔ جو اہل طریقت و جملہ اہلسنّت و جماعت میں ماہانہ وسالانہ جاری ومشروع ہے۔ گیارہویں شریف میں حسب استطاعت مالی وبدنی،قرآن خوانی کا انعقاد،تسابیح تہلیل، تقدیس، نعتیہ قصائد، منقبت غوث الاعظم ، ختم قادریہ شریف، قصیدہ غوثیہ شریف، ختم و فاتحہ شریف، شجرہ طریقت اور درود وسلام کا پڑھا جانا، تبرک ماحضر سامنے رکھ کر دل جمعی کے ساتھ ایصال ہدیہ کرنا۔ کل انبیاء ومرسلین علیھم السلام اجمعین سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلبیت کرام وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر تمام اولیا، اتقیاء، صلحاء، عرفاء، نقباء، انقیاء، رجباء، واصفیاء رحمھم اللہ تک عالم اسلام کیلئے، اپنے وطن عزیز کیلئے، پھر مسلمین ومسلمات، حاضرین وشرکاء، تمام اس ادعیۂ صالحہ وخیریہ میں شامل ہوتے ہیں۔

قارئین محترم! متذکرہ جملوں کو بار بار پڑھیں اور غور فرمائیں کہ گیارہویں شریف کے اس عمل میں کہاں خلاف شرع اقدام ہورہا ہے؟ ہم آئندہ سطور میں مزید تفصیل سے بات کریں گے اور ''گیارہویں شریف'' کیلئے کسی حلال جانور کو ذبح کا تعین کرنے اور دنوں کا تعین کرنے پر بھی (انشاء اللہ) کلام کریں گے۔ گیارہ تاریخ کے متعارف ومشہور ہونے کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محقق ومحدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں

''میں کہتا ہوں کہ یوم وفات ۹ ربیع الآخر کی روایت سے عرس ۹ ربیع الآخر کو ہونا چاہیئے۔ یہ وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے امام عارف شیخ عبدالوہاب

قادری مکی کو پایا کہ وہ عرس اسی تاریخ کو قرار دیتے ہیں اس روایت کے اعتماد پر یا اپنے شیخ علی متقی وغیرہ کا عمل دیکھ کر اور ہمارے ہندوستان میں یوم عرس ۱۱ ربیع الآخر کو مشہور ہو گیا ہے اور اہل ہند کے مشائخ میں یہی تاریخ گیارہ متعارف ہے۔" (۸)

ربیع الثانی / ربیع الآخر یا گیارہویں:

ربیع الاول شریف کے بعد کے مہینے کا نام اہل عرب نے ربیع الثانی یا ربیع الآخر رکھا اور یہ نام مشہور و معروف اور مسلمانوں میں ہجری کلینڈر (یعنی قمری تقویم) میں مستعمل ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ گیارہویں کا مہینہ بھی اسی کو کہا جاتا ہے۔ بلکہ برصغیر میں جزائر مالدیپ سے لے کر افغانستان کے پہاڑوں تک خواص و عوام میں اس مہینہ کو گیارہویں کا مہینہ کہتے ہیں۔ اسی مہینے میں بڑی گیارہویں شریف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

گیارہویں شریف کے عمل کی دو حیثیتیں ہیں، اول یہ کہ اس کا جواز کیا ہے؟ یعنی شرعی حیثیت۔ دوم اس کی تاریخی حیثیت کیا ہے؟ یعنی قمری تقویم کی گیارہویں تاریخ کا شب اور دن۔ ہم پہلے شرعی حیثیت پر کلام کرتے ہیں۔

گیارہویں شریف کی شرعی حیثیت

ZIA-E-TAIBA

دلائل از آیات:

آیت ۱:

وسلم علیہ یوم ولد یوم یموت و یوم یبعث حیا (۹)

(ترجمہ) اور سلامتی ہے یحییٰ پر جس دن پیدا ہوا، اور جس دن مرے گا اور

جس دن زندہ اٹھایا جائے گا۔

آیت۲:

والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا (۱۰)

(ترجمہ) عیسیٰ نے کہا اور سلامتی ہے مجھ پر جس میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں گا۔

ان آیات میں وقت وفات کو سلامتی کے ساتھ ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ یوم وفات کی سلامتی حضرات انبیاء و اولیاء کی امت کے اور بعد والوں کے حق میں یادگار رہے۔ اسی یوم وفات کی یادگار کا نام عرس یا گیارہویں شریف ہے۔ تو عرس کی اصل ان آیات سے ثابت ہوگئی۔

آیت۳:

ان الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافوراً ○ عینا یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجر و نھا تفجیراً ○ یوفون با لنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیراً ○ (۱۱)

(ترجمہ) بے شک نیک پئیں گے اس جام میں سے جس کی ملونی (کیفیت) کافور ہے وہ کافور کیا ایک چشمہ ہے جس میں اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے۔ اپنے محلوں میں سے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے۔ (کنزالایمان)

اللہ تعالیٰ نے جنتی لوگوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے

ZIA-E-TAIBA

کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں اور مخالفین کہتے ہیں کہ نذروں کو پورا کرنا شرک ہے۔اللہ تعالیٰ تو فرمائے جو نذروں کو پورا کرتے ہیں۔وہ جنت کے چشموں کا پانی پیئیں گے اور مخالفین نذروں کو حرام اور خنزیر کی طرح قرار دیتے ہیں۔

آیت ۴:

ثم لیقضوا تفثھم ولیو فوا نذور ھم ولیطو فو ا با لبیت العتیق (۱۲)

(ترجمہ) پھر اپنا میل کچیل اتاریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس آزاد گھر کا طواف کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نذورھم فرمایا ہے جس کا معنیٰ ان کی نذریں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نذور کی نسبت مخلوق کی طرف کی ہے۔اگر نذر صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی تو اللہ تعالیٰ ولیو فوا نذور ھم یا نذر کا معنیٰ صرف عبادت ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ نذور ھم نہ فرماتا یعنی مخلوق کی طرف منسوب نہ فرماتا۔

آیت ۵:

ZIA-E-TAIBA

اللّٰہ نور السمٰوات والارض (۱۳)

(ترجمہ) اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا (کنزالایمان)

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ منظور احمد فیضی مدظلہ فرماتے ہیں:

"مفسرین کرام نے اس جملے کی دس تفسیریں بیان کی ہیں، جملہ یہی ہے، فقرہ یہی ہے، تفسیریں اس کی دس ہیں۔سب برحق ہیں۔ایک تفسیر یہ ہے۔

نور مصدر بمعانی ''اسم فاعل'' ہے۔نور بمعانی ''منور'' ہے۔تو آیت کا مطلب یہ ہوگا، ''اللہ تعالیٰ روشن کرنے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو''

مفسرین نے یہاں ایک سوال اٹھایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو کن چیزوں سے منور فرمایا، تو جواب بھی مفسرین نے لکھا،

''بالشمس والقمر والکواکب'' (۱۴)

''اللہ نے آسمانوں کو روشن کیا سورج سے، چاند سے اور ستاروں سے''

اور زمین کو روشن کرنے والا ہے کس چیز سے؟...... مفسرین نے وضاحت کی،

''بالانبیاء و الاولیاء'' (۱۵)

''اللہ نے زمین کو روشن کیا، اولیا سے اور انبیاء سے''

اولیاء اللہ نے زمین پر قدم رکھا زمین روشن ہوگئی، انبیائے کرام علیہم السلام نے زمین پر قدم رکھا تو زمین ان کے قدم سے روشن کردی۔ (۱۶)

مزید فرماتے ہیں

مثل نورہ .... اللہ کے نور کی مثل

اللہ کے نور سے کیا مراد ہے؟ اس کی چار تفسیریں ہیں، چاروں برحق ہیں،

پہلی تفسیر: نور اللہ کلام اللہ (۱۷)...... اللہ کا نور کلام اللہ ہے، قرآن اللہ کا نور ہے...... دوسری تفسیر: نور اللہ معرفت اللہ فی قلوب العارفین (۱۸)...... اللہ کا نور اللہ کی معرفت ہے، عارفین و کاملین کے دل میں۔...... تیسری تفسیر: نور اللہ طاعت رسول اللہ (۱۹)...... آمنہ کے لعل ﷺ کو دل دے کر عقائد و اعمال میں ان

کی مکمل تابعداری کرنا ہے۔ عقائد و اعمال میں، جس فرد کو اطاعتِ رسول ﷺ نصیب ہے اسے اطاعتِ خدا نصیب ہے۔ جسے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت نصیب نہیں وہ اندھیرے میں ہے۔ وہ تاریکی میں ہے۔ اللہ کا نور اسے نصیب ہے جسے حضور ﷺ کی مکمل اطاعت نصیب ہے (۲۰)...... **چوتھی تفسیر**: اللہ کے نور سے مراد محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات پاک ہے۔ (۲۱) حضور ﷺ اللہ کا نور ہیں، حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک اسمِ گرامی نور اللہ بھی ہے (۲۲) محدثین نے قرآن پاک سے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کا نام نور اللہ ہے۔

متذکرہ تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ اطاعت کرنے والے بندگانِ خدا، مقربین اور عارفین کا مقام رکھتے ہیں اور انہی اولیاء کی محبت مخلوق کے دل میں اس لئے اتار دی جاتی ہے کہ مخلوق انہیں ہر روز، ماہانہ اور سالانہ کلماتِ خیر سے یاد کرتے رہیں۔ اسی عمل کا نام عرس شریف ہے۔ اور یہ منسوب ہوا گر سرکارِ غوث اعظم سے تو گیارہویں شریف ہے۔

انجمن ضیاء طیبہ
ZIA-E-TAIBA

دلائل از احادیث مبارکہ

حدیث ۱:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاتی قبور الشھداء باحد علی راس کل حول (۲۳)

(ترجمہ) نبی ﷺ شہدائے احد کی قبروں پر ہر سال کے کنارے پر تشریف

لایا کرتے تھے۔

حدیث۲:

کان النبی ﷺ یزور الشھداء باحد فی کل حول و اذا بلغ الشعب رفع صوتہ فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ثم ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کل حول یفعل مثل ذلک ثم عمر ابن الخطاب ، ثم عثمان رضی اللہ عنھما و کانت فاطمۃ تاتیھم وتدعو (۲۴)

(ترجمہ) نبی ﷺ شہدائے احد کی زیارت قبور کیلئے ہر سال تشریف لاتے اور جب شعب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرماتے سلام علیکم (الیٰ آخرہ) تم پر سلامتی ہو اس کے بدلے میں جو تم نے صبر کیا تو کیا اچھی ہے تمہاری قیام گاہ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے رہے، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر عثمان غنی اور حضرت فاطمہ آتیں اور دعا کرتی تھیں۔ رضی اللہ عنہم

ZIA-E-TAIBA

حدیث۳:

النذر نذران فما کان من نذر فی طاعۃ اللہ فذالک للہ وفیہ الوفاء و ماکان من نذرٍ فی معصیّۃ اللہ فذالک للشّیطٰن ولا وفاء فیہ (۲۵)

(ترجمہ) نذر کی دو قسمیں ہیں جو نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہو تو یہ اللہ

کے واسطے ہے اور اسکا پورا کرنا لازم ہے اور جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ہو وہ شیطان کے واسطے ہے اس کا پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

حدیث ۴:

''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی ہے کہ میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ اس نے پھر عرض کیا میں نے نذر مانی ہے کہ فلاں فلاں جگہ قربانی کروں گی اور وہ جاہلیت کا مذبح ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بت کے واسطے؟ اس نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے پھر فرمایا: وثن کیلئے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔'' (۲۶)

حدیث ۵:

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ کی فتح دی تو میں بیت اللہ شریف کے پاس جاؤں گا اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دونگا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے دونوں پاؤں کو بوسہ دو تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔'' (۲۷)

حدیث ۶:

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول پاک ﷺ سے نذر کے متعلق فتویٰ دریافت کیا جو کہ ان کی والدہ پر لازم تھی اور وہ اس کو پورا

کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی تھیں۔تو نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ماں کی طرف سے نذر کو پورا کرو۔'' (۲۸)

مناظر اہلسنّت علامہ محمد ضیا اللہ قادری علیہ الرحمہ متذکرہ احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

''اگر نذر صرف عبادت کو ہی کہا جاتا ہے تو حضور پر نور ﷺ صحابیہ کو دف بجانے کی اجازت نہ دیتے۔ جانور ذبح کرنے کی اجازت نہ دیتے۔ والدہ کے قدموں کو بوسہ دینے کا حکم نہ دیتے۔حضرت سعد کو ماں کی طرف سے نذر پوری کرنے کا حکم نہ فرماتے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے یہ جو نذریں مانی تھیں۔ یہ نذر عرفی تھی۔لغوی تھی۔ نذر شرعی نہ تھی۔'' (۲۹)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے۔ جس کے معنیٰ ''نذرانہ'' کے ہیں جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ آپ کی نذر ہے۔ یہ بالکل جائز ہے۔اور فقہا اس کو حرام کہتے ہیں جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے اسی لئے فرماتے ہیں تقربا الیہم نذر شرعی عبادت ہے وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے۔کوئی کہتا ہے کہ یا حضور غوث پاک آپ دعا کریں اگر میرا مریض اچھا ہوگیا تو آپ کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ آپ میرے خدا ہیں اس بیمار کے اچھے ہونے پر میں آپ کی یہ عبادت کروں گا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں پلاؤ کا صدقہ دوں گا اللہ کیلئے ، اس پر جو ثواب ملے گا آپ کو بخشوں گا جیسے کوئی

ZIA-E-TAIBA

شخص کسی طبیب سے کہے کہ اگر بیمار اچھا ہو گیا تو پچاس روپیہ آپ کی نذر کروں گا۔ اس میں کیا گناہ ہے؟

مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ آگے لکھتے ہیں۔

ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ بیت المقدس میں چراغ کیلئے تیل بھیجوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اس نذر کو پورا کرو۔ (الحدیث) مشکوٰۃ باب مناقب عمر میں ہے کہ بعض بیبیوں نے نذر مانی تھی کہ اگر حضور ﷺ جنگ احد سے بخیریت واپس آئے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی یہ نذر بھی عرفی تھی نہ کہ شرعی یعنی حضور کی خدمت میں خوشی کا نذرانہ۔ غرض یہ کہ لفظ نذر کے دو معنیٰ ہیں۔ لغوی...... بمعنیٰ آس پاس گھومنا اور شرعی معنیٰ ......رب تعالیٰ فرماتا ہے **ولیطوفو بالبیت العتیق** پرانے گھر کا طواف کریں۔ یہاں طواف شرعی معنیٰ میں ہے۔ اور فرماتا ہے **یطوفون بینھا و بین حمیم ان** یہاں طواف بمعنیٰ لغوی ہے آنا، جانا، گھومنا۔ (۳۰)

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

''اور بعض مغرب کے مشائخ متاخرین نے ذکر کیا کہ وہ دن جس میں جناب الٰہی میں پہنچے اس میں خیر و برکت اور نورانیت کی اور ایام سے زیادہ امید کی جاتی ہے تو یہ عرس متاخرین کی مستحسن کی ہوئی چیزوں سے قرار پایا'' (۳۱)

تیرہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

''حضرت علی اور ان کی اولادِ طاہرہ کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی

طرح مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے اور فاتحہ اور درود اور صدقات اور نذر و نیاز اور منت ان کی رائج و معمول ہے جیسا کہ تمام اولیاء سے یہی معاملہ ہے۔'' (۳۲)

مسئلہ فاتحہ و صدقۂ جاریہ اور ارواحِ میت کا آنا

حدیث ا:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت اپنی قبر میں ڈوبنے والے کے مشابہ ہوتا ہے جو فریاد کرنے والا ہوتا ہے اپنے باپ یا ماں اور بھائی، اولاد، سچے دوست کی دعاؤں کا انتظار کرتا ہے تو جب اس کو وہ دعا پہنچ جاتی ہے تو وہ اس دنیا و مافیہا سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اہل قبور پر زمین والوں کی دعا پہاڑوں جیسی پہنچاتا ہے اور بیشک مُردوں کی طرف مانند زندوں کا ہدیہ ان کیلئے مغفرت چاہتا ہے۔'' (۳۳)

ZIA-E-TAIBA

حدیث ۲:

''حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ام سعد (میری ماں) کا انتقال ہو گیا تو کون سا صدقہ افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی۔ تو ان کی طرف سے کنواں تیار کرایا گیا اور فرمایا کہ ام سعد کا کنواں ہے۔'' (۳۴)

حدیث ۳:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا بیشک میری ماں فوت ہوگئی اور میں یہ گمان رکھتا ہوں کہ اگر وہ بولتی تو صدقہ کرتی تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں۔ فرمایا ہاں۔'' (۳۵)

حدیث ۴:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سے مروی جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں۔ صدقہ جاریہ اور ایسا علم جس سے نفع حاصل ہوتا ہو اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرے۔ (۳۶)

حدیث ۵:

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی وہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ میری امت مرحومہ ہے۔ قبروں میں معہ گناہوں کے داخل ہوگی اور ان سے بے گناہ نکلے گی۔ کہ مسلمانوں کے استغفار سے گناہوں سے پاک کردیے جائیں گے۔'' (۳۷)

ZIA-E-TAIBA

حدیث ۶:

''عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا بے شک صدقہ اہل قبور سے اس کی گرمی کو میٹ دیتا ہے۔'' (۳۸)

حدیث ۷:

’’حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی نفلی صدقہ کرتا ہے تو اپنے ماں باپ کی طرف سے دے کہ وہ ان کیلئے اجر ہوگا اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا۔ (۳۹)

حدیث ۸:

’’حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جس قوم کا آدمی مر جائے وہ اس کی موت کے بعد صدقہ دیں تو جبرئیل اس کو نور کے طبق میں ہدیہ لے کر قبر کے کنارے پر پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے جو تیری طرف تیرے اہل نے بھیجا ہے۔ تو وہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس پر داخل ہوتا ہے اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور بشارت حاصل کرتا ہے اور اس کے وہ پڑوسی رنجیدہ ہوتے ہیں جن کی طرف کوئی چیز ہدیہ نہ کی گئی۔ (۴۰)

ZIA-E-TAIBA

حدیث ۹:

’’حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنے مُردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور حج کریں اور ان کیلئے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچے گا؟ فرمایا: ضرور پہنچے گا اور وہ اس سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے تمہاری طرف سے کوئی ہدیہ کیا

جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔(۴۱)

حدیث۱۰:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک مومن کو جو اس کی نیکیوں سے اسکے مرنے کے بعد پہنچتا ہے علم ہے جس کی اس نے اشاعت کی یا نیک اولاد ہے جس کو وہ پیچھے چھوڑ گیا ہے یا قرآن شریف ہے جو اس نے کسی کو دے دیا ہے یا مسجد ہے جس کو اس نے بنایا ہے یا مسافر خانہ ہے جو اس نے مسافروں کیلئے تیار کیا ہے یا نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا ہے یا صدقہ ہے جو اس نے اپنے مال سے تندرستی میں دیا ہے تو وہ اس کو موت کے بعد پہنچے گا۔''(۴۲)

حدیث۱۱:

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: کہ جو قبرستان میں پہنچے پھر سورۂ یٰسین پڑھے تو اللہ ان اہلِ قبور سے تخفیف عذاب کر دے گا اور اس کو بمقدار ان کے نیکیاں ملیں گی۔''(۴۳)

حدیث۱۲:

''حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ کیا میں اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ جو فوت ہو چکی ہے۔ فرمایا: تیری ماں پر اگر قرض ہوتا اور تو اس کو ادا کرتی تو

ZIA-E-TAIBA

کیا وہ مقبول نہ ہوتا؟ عرض کیا ہاں۔ تو حضور ﷺ نے اسے حج کرنے کا حکم دیا۔" (۴۴)

حدیث ۱۳:

"حضرت عطا اور زین بن اسلم رضی اللہ عنہما سے مروی۔ ان دونوں نے کہا کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اپنے باپ کی طرف سے غلام آزاد کر دوں؟ اور وہ فوت ہو چکا ہے۔ فرمایا، ہاں۔" (۴۵)

حدیث ۱۴:

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ بے شک حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں اور وہ اس وقت موجود نہیں تھے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں ان کی طرف سے کوئی چیز صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع دے گی؟ فرمایا: ہاں۔ عرض کیا: میں آپ کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف والا باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔" (۴۶)

حدیث ۱۵:

"حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی انہوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی اپنی موت کے بعد جو چھوڑے تو بہتر نیک اولاد ہے جو اس کیلئے دعا کرے اور صدقہ جاریہ ہے جس کا اجر اس کو پہنچے

ZIA-E-TAIBA

اور علم ہے جس پر اس کے بعد والے عمل کریں۔" (۴۷)

حدیث ۱۶:

"حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! میری والدہ فوت ہوگئیں اور وصیت نہ کرسکیں اور صدقہ نہ دے سکیں تو کیا ان کو نفع دے گا اگر میں صدقہ کر دوں؟ فرمایا: ہاں، اگرچہ بکری کا جلا ہوا کھر ہو۔" (۴۸)

حدیث ۱۷:

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سے کوئی قطعی طور پر صدقہ دے تو اس کو اپنے ماں باپ کی طرف سے دے کہ وہ ان دونوں کیلئے اجر ہوگا، اور اس کے اجر سے کچھ کم نہ ہوگا۔" (۴۹)

انجمن ضیاء طیبہ
ZIA-E-TAIBA

حدیث ۱۸:

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدگاہ میں عیدالضحیٰ میں حاضر تھے تو جب حضور ﷺ نے اپنا خطبہ دے دیا اور منبر سے اترے تو ایک بکری حاضر کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو ذبح فرمایا۔ بسم اللہ اللہ اکبر یہ میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے جو قربانی نہ کرسکیں۔" (۵۰)

حدیث ۱۹:

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نیک بندے کا درجہ جنت میں بلند کرے گا تو وہ عرض کرے گا اے میرے رب یہ درجہ مجھے کہاں سے ملا؟ اللہ فرمائے گا تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔'' (۵۱)

حدیث ۲۰:

''حضرت مالک بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی کہ میں شب جمعہ کو قبرستان پہنچا تو میں نے ایک نہایت تیز روشنی پائی تو میں نے کہا لا الہ الا اللہ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اہل قبور کی مغفرت کر دی تو دور سے ایک ہاتف ندا دیتا ہے کہ اے مالک بن دینار! یہ مسلمانوں کا اپنے بھائیوں کی طرف ہدیہ ہے۔ میں نے کہا کہ تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھے گویائی دی مجھے کیوں نہیں خبر کرتا کہ اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک مرد مومن رات کھڑا ہوا اور اس نے کامل وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ کافرون اور اخلاص پڑھی پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ میں نے ان کا ثواب مومنین اہلِ قبرستان کیلئے ہبہ کر دیا تو اللہ نے ہم پر یہ نور وضیاء یہ وسعت و سرور مشرق و مغرب میں داخل کیا۔ حضرت مالک بن دینار نے کہا کہ میں اس شب جمعہ میں ہمیشہ دو رکعت اسی طرح پڑھتا رہا تو میں نے نبی پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں

اے مالک بن دینار اللہ تیری مغفرت کرے بمقدار اس نور کے جو تو نے میری امت کی طرف ہدیہ کیا اور تجھے اس کا ثواب ملے اور اللہ تیرے لئے جنت میں ایک گھر بنائے جس کو منیف کہا جائے۔ میں نے عرض کیا منیف کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ وہ اہل جنت کیلئے خاص جگہ ہے۔'' (۵۲)

ان احادیث شریفہ و آثار کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صدقات و حسنات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور ارواحِ میت اپنے گھروں میں آکر ارسالِ حسنات کا تقاضہ بھی کرتی ہیں۔

دلائل از اقوال سلف و خلف:

فقہ حنفی کے مؤسس امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''فقہ اکبر'' کی شرح میں ہے،

''اہلسنّت کے نزدیک انسان اپنے عمل کا ثواب اپنے غیر کو پہنچا سکتا ہے، نماز ہو یا روزہ، یا حج یا صدقہ ہو یا اس کے سوا ہو۔'' (۵۲ الف)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں،

''میں دو بکریاں ذبح کرتا ہوں، ایک نبی ﷺ کی جانب سے اور ایک اپنی طرف سے۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مجھے اس کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔'' (۵۳)

حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں،

ZIA-E-TAIBA

’’مُردوں کی دعا کی حاجت، زندوں کے کھانے پینے کی حاجت سے زیادہ ہے۔‘‘(۵۴)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ،

’’جب تم قبرستان میں داخل ہوتو سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور قل ھواللہ احد پڑھا کرو، اور اس کا ثواب قبرستان والوں کو پہنچاؤ کہ وہ بے شک انہیں پہنچتا ہے۔‘‘(۵۵)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد و محدث بریلوی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیفِ لطیف ’’اتیان الارواح‘‘ میں کشف الغطا اور خزینۃ الروایات وغیرہ کی عبارات نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

’’شیخ الاسلام ’’کشف الغطا عما لزم للموتی علی الاحیاء‘‘ فصل ہشتم میں فرماتے ہیں غرائب اور خزانۃ الروایات میں نقل ہے کہ مومنین کی روحیں جمعرات کو اپنے گھروں میں آتی ہیں اور عید کے دن اور عاشورے کے دن اور شبِ برأت کو آتی ہیں اور اپنے گھروں کے دروازوں کے باہر کھڑی ہو جاتی ہیں اور غمناک آواز سے کہتی ہیں اے ہماری اولاد اور ہمارے قریبی عزیزو! ہم پر مہربانی کرو، ہمارے لیے صدقہ کرنے سے۔(۵۶)

اعلیٰ حضرت مزید لکھتے ہیں،

’’بعض علمائے محققین سے روایت ہے کہ روحیں جمعرات کو آزاد ہوتی ہیں اور پھیلتی ہیں، پہلے وہ اپنی قبروں پر آتی ہیں، پھر اپنے گھروں میں آتی ہیں۔‘‘(۵۷)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں،

''مستحب ہے کہ صدقہ کیا جائے میت کے اس دنیا سے چلے جانے کے سات روز بعد تک، صدقہ میت کو نفع دیتا ہے اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں۔ صحیح احادیث مبارکہ میں خاص طور پر صدقہ کیلئے پانی کا ذکر آیا ہے، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ صدقہ اور دعا میت کو ضرور پہنچتا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ میت کی روح جمعرات کو اپنے گھر میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کیلئے کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔'' (۵۸)

مروجہ طریقۂ فاتحہ وختم شریف کے دلائل

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب **قل اعوذ برب الناس** پڑھتے تو **الحمد للہ رب العالمین** سے شروع کرتے اور پھر **اولٰئک ھم المفلحون** تک پڑھتے پھر دعا ختم فرماتے اور پھر کھڑے ہو جاتے۔ (۵۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تحقیق ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، افضل الاعمال کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے ''حال و المرتحل'' اختیار کرنا چاہئے۔ اس نے عرض کیا، یہ کیا ہے؟ فرمایا! قرآن پڑھنے والا اول سے آخر تک پہنچے اور آخر سے پھر اول پر پہنچے سب حال مرتحل ہے۔ (۶۰)

امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں، جب کوئی ختم قرآن سے فارغ ہو تو مستحب یہ ہے کہ شروع کرے دوسری بار متصل ختم کے ساتھ (یعنی جیسا آج ختم شریف پڑھا جاتا

ہے)اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ یہ مستحب ہے اور اس کی تائید اس حدیث شریف سے ہے، ''بے شک حضور ﷺ نے فرمایا بہترین عمل ''حل اور رحلۃ'' ہے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ فرمایا، قرآن مجید ختم کرنا اور شروع کرنا۔(۶۱)

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ مروجہ فاتحہ وختم شریف کی ہیئت فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق ہے کہ ہم چاروں قل شریف کو سورۃ فاتحہ سے ملا کر پڑھتے ہیں اور پھر سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع ''مفلحون'' تک پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد تابعی سے باسناد صحیح روایت ہے کہ ہم جمع ہوتے تھے ختم قرآن کے وقت اور کہتے تھے کہ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔(۶۲)

ابوداؤد نے دو صحیح اسناد کے ساتھ حضرت قتادہ سے جو جلیل القدر تابعی، امام اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ساتھی ہیں، کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جب قرآن مجید ختم کرتے تو اہل وعیال کو اکٹھا کر لیتے اور دعا کرتے۔(۶۳)

امام ربّانی شیخ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں،

''چند سال پہلے فقیر کی عادت تھی کہ کھانا پکاتا تھا تو آلِ عبا کی روحانیت مطہرہ کیلئے مخصوص کرتا تھا اور ایصال ثواب میں حضور ﷺ کے ساتھ حضرت امیر علی کرم اللہ وجہ، الکریم، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرات حسنین امامین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملاتا تھا۔

ایک رات یہ فقیر خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ ﷺ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں فرماتے اور رُخِ انور بجائے فقیر کے دوسری جانب رکھتے ہیں۔ اسی دوران میں فقیر سے

فرمایا کہ ہم کھانا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے کھاتے ہیں۔ جو شخص ہمیں کھانا بھیجے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیجے۔ اس وقت فقیر کو معلوم ہو گیا کہ توجہ شریف نہ مبذول فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ فقیر اس کھانے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ حضور ﷺ کی باقی ازواجِ مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسّل کرتا ہے۔ (٦٤)

شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی علیہ الرحمۃ، فخر اولیاء حضرت ملک زین الدین علیہ الرحمۃ کے اعمال صالحہ میں سے ایک عمل کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں،

"وہ جمعرات کو روح مطہرہ سید عالم ﷺ کیلئے زردہ پلاؤ وغیرہ پکا کر اس پر تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے۔" (٦٥)

حضرت ابی الحارث کی روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ختم قرآن کے وقت برادری کو جمع کرتا ہے۔ اس کیلئے کیا حکم ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ہاں، میں نے معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ حَرب کہتے ہیں کہ وقت ختم قرآن کے لوگوں کو جمع کرنا امام موصوف علیہ الرحمۃ مستحب سمجھتے تھے۔ ابن ابی داؤد کی روایت حکم سے فضائل قرآن کے بارے میں ہے کہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بلایا۔ ان کے پاس ابی لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور کہا کہ آج ہم ختم قرآن کرنا چاہتے ہیں اس لئے تمہیں بلایا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ختم قرآن کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے۔ اور دعائیں مانگتے تھے۔ دوسری

ZIA-E-TAIBA

روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ ہے کہ جو شخص قرآن مجید ختم کر کے دعا مانگے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ ختم قرآن کے وقت رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ابوعبیدہ علیہ الرحمۃ فضائل القرآن میں قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص اپنے ساتھیوں کو پورا قرآن مجید سُنایا کرتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما چند آدمیوں کو وہاں اس غرض سے متعین کر دیتے تھے کہ:

جب ختم کا دن ہو تو وہ ان کو اطلاع کر دیں اور آپ ختم میں شرکت کریں۔(٦٦)

فاتحہ و گیارہویں شریف کیلئے کھانا سامنے رکھنا

فرقہ وارانہ فتنہ وفساد اور تباہی پھیلانے والے منکرین گیارہویں سے سوال

علامہ صائم چشتی صاحب لکھتے ہیں،

"ختم شریف کے منکرین کا آخری اعتراض یہ ہے کہ ختم شریف اس لئے بدعت ہے کہ اس میں طعام سامنے رکھا جاتا ہے۔ اور وہ کھانا اس لئے حرام، مکروہ، مردار اور مثل خنزیر کے ہے کہ اس پر قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ معترضین کا یہ فرسودہ اعتراض سن کر بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے۔

ترے فتووں سے روحیں کانپ جاتی ہیں حقائق کی
عجب اے واعظِ کافر نما اسلام ہے تیرا
لبالب ہے تمہارے ذہن کا کاسہ عداوت سے
مگر خالی محبت سے سراسر جام ہے تیرا

ہم ان گم کردۂ راہ لوگوں کے دعوے کے بالمقابل یہ معارضہ پیش کریں گے کہ کیا تمہارے پاس اس کھانے کو جس پر قرآن پڑھا جائے حرام کہنے کا شرعی جواز موجود ہے؟

کیا قرآن مجید کی کوئی ایک آیت یا کوئی حدیث یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا کوئی قول پیش کر سکتے ہو؟ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ: جس کھانے پر قرآن مجید پڑھا جاتا ہے وہ کھانا حرام ہو جاتا ہے۔

یہاں ہم ان کو انتباہ کریں گے جن کے مولوی انہیں شرک و بدعت کے سوا کچھ سکھاتے ہی نہیں۔ ہم ان کے جغادری مُلّاؤں سے یہ بھی پوچھیں گے کہ اگر قرآن مجید کا کھانے پر پڑھنا کھانے کو حرام کر دیتا ہے تو تمہیں بتانا ہوگا کہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید کا جُزو ہے یا کسی گرنتھ یا وید کا کوئی حصہ؟ جبکہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر کھانا ''بسم اللہ'' پڑھ کر نہ شروع کیا جائے تو کھاتے وقت شیطان بھی ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ اور پھر حیران کن بات تو یہ ہے کہ ایک مسلمان کیلئے یہ تصور رکھنا کہ قرآن پاک پڑھنے سے کھانا حرام ہو جاتا ہے کس قدر ہولناک اور تباہ کن ہے۔

خدارا سوچیں ...... کہ اس سے بڑھ کر اور بدعت کیا ہوگی کہ اپنی مرضی سے شعائرِ اسلام میں سے جس کو چاہا بدعت کہہ دیا اور جن طیب و طاہر کھانوں کو چاہا اپنی مرضی سے حرام قرار دے لیا۔ غور کیجئے اور سمجھئے کہ قرآن مجید کی ہر آیت قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید کا ہر جملہ قرآن مجید ہے، قرآن مجید کا ہر لفظ قرآن مجید ہے، قرآن مجید کا ہر حرف قرآن مجید ہے اور قرآن مجید کا ہر

جُزوقرآن مجید کی حیثیت رکھتا ہے۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید کا جُزو ہے، قرآن مجید کا دل ہے اور بلا شبہ قرآن ہے۔ اب جبکہ بسم اللہ قرآن ہے اور بسم اللہ پڑھے بغیر کھانا جائز نہیں ہوتا تو بتائیے کہ قرآن مجید کے ایک جُزو کی تلاوت کے بغیر کھانا درست نہیں ہوتا تو دوسرے اجزاء کی تلاوت کھانے کو کیوں حرام کر دیتی ہے؟ حالانکہ قرآن مجید کی یہ نص بھی موجود ہے۔

فَكُلُوْ مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتَ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْ مِنِيْنَ ○ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْ كُلُوْ مِمَّا ذُكِرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (٦٧)

(ترجمہ) پس کھاؤ اس چیز سے کہ جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا۔ اگر ہو تم اس کے آیات پر ایمان لانے والے۔ اور کیا سبب ہے کہ تم نہ کھاؤ اس سے جس پر نام لیا گیا اللہ کا۔ (کنز الایمان)

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا جائے۔ اگر تم آیات پر ایمان رکھتے ہو۔ اور کیا وجہ ہے کہ تم اس کے کھانے سے انکار کرتے ہو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

ZIA-E-TAIBA

نجدی بھی بے لگام ہیں فتوے بھی بے لگام
قرآن جس پہ پڑھ دیا کھانا ہے وہ حرام
بسم اللہ الرحمٰن بھی کھانے پہ مت پڑھو
یہ بھی ہے ''جزو'' قرآن کا خالق کا ہے کلام

(٦٨)

کھانے پر تلاوت اور دُعا

حدیث ۱:

''ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ام سلیم، رسول کریم ﷺ لوگوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور ہمارے پاس کوئی چیز موجود نہیں جو ہم انہیں کھلائیں تو اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کو بہتر جانتے ہیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے جا کر ملے تو رسول کریم ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے تشریف لائے اور فرمایا، ام سلیم جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے لے آؤ تو ام سلیم وہ روٹی لے آئیں۔ رسول کریم ﷺ کے حکم سے اسے توڑا گیا اور اس پر گھی کی کُپی نچوڑ کر اس کا سالن بنا دیا، پھر رسول کریم ﷺ نے اس پر پڑھا جو اللہ نے چاہا، اور فرمایا دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو، دس آدمی آئے اور کھا کر سیر ہو کر چلے گئے، پھر فرمایا مزید دس آدمیوں کو کھانے کی اجازت دو، وہ بھی کھا کر سیر ہو کر چلے گئے، پھر فرمایا، دس مزید آدمیوں کو اجازت دو، وہ آئے اور کھا کر سیر ہو کر چلے گئے، پھر فرمایا مزید دس آدمیوں کو اجازت دو، وہ آئے وہ بھی سیر ہو کر چلے گئے، پس سب لوگوں نے کھانا کھایا اور وہ سیر ہو گئے وہ ستر یا اسی آدمی تھے۔ (٦٩)

حدیث ۲:

''سعد بن سعید کی روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اس کھانے کو مس

کیا اوراس کے متعلق دعائے برکت فرمائی اور نظر بن انس کی روایت میں ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے اللہ اس کھانے میں برکت ڈال دے اوراس مفہوم کو ان الفاظ میں بتایا کہ آپ ﷺ نے اس کے بارے میں وہ الفاظ کہے جو اللہ تعالیٰ کہلوانا چاہتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے بقیہ کھانے کو لے کر اکٹھا کر دیا اور پھراس کے بابرکت ہونے کے بارے میں دعا فرمائی۔(۷۰)

حدیث۳:

''رسول کریم ﷺ نے اس کھانے کے بارے میں وہ الفاظ کہے جو مشیت الٰہی ان سے کہلوانا چاہتی تھی اور احمد کے نزدیک مبارک بن فضالہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے بسم اللہ کہا اور مسلم میں سعد بن سعید کی روایت ہے کہ آپ نے کھانے کو مس کیا اور دعا فرمائی۔''(۷۱)

حدیث۴:

''پس رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس بچا ہوا کھانا ہو وہ لے آئے۔ پس ایک شخص شروع ہوا وہ صاع اور مُد (جنس ناپنے کے پیمانے) لاتا اور زیادہ اور تھوڑا پس جو جمع کیا گیا وہ بیس صاع سے زائد تھے۔ پھر رسول پاک صاحب لولاک ﷺ اس کے پاس بیٹھے اور برکت کی دُعا فرمائی۔''(۷۲)

حدیث ۵:

''جب حضور ﷺ کے قریب کھانا کیا جاتا تو آپ فرماتے، اَللّٰھُمَّ بارک لنا فیما رزقتنا وقنا عذاب النّار پس جب کھانے میں شروع ہوتے بسم اللہ شریف پڑھتے۔ پس جب بھول جاتے تو فرماتے بسم اللّٰہ فی اولہ وآخرہٖ اور فارغ ہونے تک اگر یاد نہ آتی تو پڑھتے قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ . اللّٰہُ الصَّمَدُ . لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ. پس جب فارغ ہوتے تو فرماتے اَلحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیّباً، مبارکاً فیہ غیر مکفی ولا مکفوت ولا مودع ولا مستغنی عنہ ربّنا الحمد اللہ الّذی اطعمنا واسقانا و جعلنا من المسلمین. (۷۳)

حدیث ۶:

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کے روز ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر نکل آیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک بڑا پتھر نکل آیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خود دیکھوں گا یہ فرما کر آپ ﷺ کھڑے ہوگئے۔ اس وقت بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھا تھا اور تین دن سے یہی حالت تھی کہ کوئی چیز چکھی تک نہ تھی۔ حضور ﷺ نے کدال پتھر پر مارا کہ وہ پتھر ریت کی مثل ہو گیا پھر جب میں گھر واپس ہوا اور اپنی بیوی کے پاس پہنچ کر کہا کہ حضور ﷺ بہت بھوکے ہیں کچھ کھانے کو ہے تو بتاؤ اس نے ایک تھیلا دیا

ZIA-E-TAIBA

جس میں ایک صاع (سوا دو سیر) جو تھے نیز گھر کا پلا ہوا بھیڑ کا بچہ ذبح کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری بیوی نے آٹا پیسا۔ میں نے ہنڈیا میں گوشت ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے بھیڑ کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور ایک صاع جو پیسے ہیں چند اصحاب کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ مگر آپ نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا: خندق والو چلو جابر رضی اللہ عنہ نے کھانا پکایا ہے پس جلدی چلو اور مجھ سے فرمایا کہ ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارنا اور نہ آٹا پکانا جب تک ہم نہ آئیں چنانچہ آپ تشریف لائے اور میں نے وہ آٹا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے آٹے اور ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلالو کہ روٹی پکائے اور سالن نکالو اور ہنڈیا چولہے پر ہی رہنے دو۔ بقول راوی اہل خندق ایک ہزار آدمی تھے اور قسم اٹھائی کہ سب نے کھانا کھالیا اور واپس چلے گئے مگر ہنڈیا میں سالن اور آٹا بدستور موجود تھا۔ (۷۴)

اس حدیث شریف کا بقایا یعنی حضرت جابر کے بچوں اور بکری کے بچے کا زندہ ہونا، نیز تکثیر طعام اور پانی میں برکت، انگلیوں سے جاری ہونا ان معجزات کے مطالعہ کیلئے ہماری کتاب ''کس کیلئے اللہ ہی کافی ہے؟'' کا مطالعہ کریں۔

بدعت کی تعریف و تفہیم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث و مجدد بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ ''اقامۃ

القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ'' میں علماء حرمین محترمین کا اہم فتویٰ ''قیام بوقت میلاد شریف'' نقل کیا ہے (۷۵) اس میں بدعت کی تعریف و تفہیم کے حوالے سے درج ذیل عبارات قابل مطالعہ ہیں۔

قال فی عین العلم والاسرار بالمساعدة فیما لم ینه عنه وصار مضار البعد عصر هم حسن و ان کان بدعة الخ اقول والد لیل علیٰ هٰذا ماروی ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مرفوعا و موقوفاً ماراه المسلمون حسناً فهو عند اللّٰه حسن وقوله علیه الصلٰوة والسلام خالقو الناس با خلاقهم رواه الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین.''

''(ترجمہ) عین العلم میں کہا گیا ہے جس چیز کیلئے شروع زمانہ میں منع نہ کیا گیا ہو اور بعد زمانہ سلف کے لوگوں جاری ہو اس میں موافقت کر کے مسلمانوں کا دل خوش کرنا بہتر ہے اگر چہ وہ چیز یا عمل بدعت ہو الخ میں کہتا ہوں اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد اور ان کے قول سے مروی ہوئی کہ اہل اسلام جس چیز کو نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی نیک ہے اور وہ حدیث شریف کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافق برتاؤ کرو'' امام حاکم نے اسے روایت کیا اور کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (۷۶)

مشرق تا مغرب ہزاروں بلاد اسلامیہ وغیر اسلامیہ میں سوا ارب (1030 بلین)

مسلمانوں کی دو عادتیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ اپنے مرحومین کی مغفرت کیلئے ایصال ثواب کی محافل منعقد کرتے ہیں۔ عام مسلمانوں کی یہ عادت ہے اوران کے نزدیک یہ مستحسن عمل ہے کہ مروجہ انداز میں تیجہ، دسواں، چہلم، برسی وغیرہ کرکے بدنی و مالی عبادات اپنے مرحومین کوایصال کرتے ہیں اوران کے اس عمل کی اصل خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ نیز اپنے تمام مرحومین کیلئے یہ عمل باعث مغفرت ونجات سمجھا جاتا ہے۔ از روئے احادیث صیحہ بھی ثابت ہے کہ نیک اولاد اپنے مرحوم والدین کے حق میں صدقۂ جاریہ ہیں۔ تلامذہ اپنے اساتذہ کیلئے صدقہ جاریہ ہیں۔ ملت اسلامیہ کی دوسری عادت یہ ہے کہ اپنے نیکوکار پیشرو مرحومین کیلئے بھی بدنی و مالی عبادات کے ہدایا نذر کرتے ہیں۔

پہلی عادت کے پیچھے بفضل رب ذوالجلال یہ اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ ہمارے مرحومین خُلد بریں میں آباد ہوگئے ہیں۔

دوسری عادت کے نتیجے میں یہ یقین کامل حاصل ہوتا ہے کہ ہم نے جن اولیاء، اتقیا، نقباء، رجباء، صلحاء، عرفاء وغیرہ کے اعراس منعقد کیے ہیں انشاء اللہ عزوجل ان ولیوں کے وسیلے سے ہماری مغفرت وبخشش کا سامان ہوگیا ہے۔

متذکرہ احادیث مقدسہ کی روشنی میں یہ امر استحباب، جمیع مسلمین کیلئے بھی موافقت کا حکم دے رہا ہے، تاکہ جمیع ملت اسلامیہ نظریات ومعتقدات میں ہم آواز ہو۔

پانچویں صدی کے مجدد برحق حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متذکرہ حدیث شریف کے تحت رقم طراز ہیں،

”ولا بدّمن مخالفة الناس باخلاقهم كما ورد في الخبر لا

سیما اذ کانت اخلاقاً فیھما حسن العشرۃ و طیب القلب و قول القائل ان ذالک بدعۃ لم یکن فی الصحابۃ فلیس کلما یحکم با باحۃ منقولاً عن الصحابۃ و انّما المدور بدعۃ تراکم منہ ماموراً بھا ولم ینقل النھی عن شئی من ھذا وکذالک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطیب القلب و اصلطح علیھما جماعۃ فا الاحسن المساعدۃ علیھما الا فیما ورد نھی لا یقبل التاویل." (۷۷)

''اور لوگوں سے ان کی عادتوں کے موافقبر تاؤ کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا، اور خصوصاً جب ان عادتوں میں اچھا برتاؤ اور دلوں کی خوشنودی ہو اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے صحابہ کرام سے ثابت نہیں تو یہ کب لازم ہے؟ کہ جس عمل کے جواز کا حکم دیا جائے وہ صحابہ کرام سے منقول ہو۔ بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت مامور بہا (یعنی اسلامی معاشرہ میں جاری سنت) کے خلاف ہو۔ اور ان باتوں سے منع کا حکم نہ ہو اور ایسے دیگر سعادتوں کے اعمال جب ان کے دل خوش کرنا مقصود ہو اور ایک جماعت نے اس پر اتفاق کر لیا ہو تو بہتر یہی ہے کہ ان کی موافقت کی جائے مگر ان باتوں میں جن سے ایسی صریح نہی وارد ہو تو کوئی تاویل قبول نہیں ہوگی۔

گیارہویں شریف کیلئے جانور نامزد کرنا

قارئین محترم! ذبیحہ اللہ کے نام سے کیا جاتا ہے، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنی یا اہل

خانہ یا مہمانوں کی تواضع کی جائے۔ مہمانوں کی تواضع کیلئے جانور کا ذبح کرنا آیت قرآنیہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

"اور بے شک ہمارے فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے اور بولے سلام، جواب میں کہا سلام، اور ان کیلئے جلدی سے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔" (۷۸)

مسئلہ یہ ہے:

قرآن مجید کی سورۂ مائدہ کی آیت مقدسہ ہے

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ (۷۹)

"وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔" (کنزالایمان)

صدرالافاضل مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کنزالایمان کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں،

"جیسا جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور جس جانور کو ذبح تو صرف اللہ کے نام پر کیا گیا ہو مگر دوسرے اوقات میں وہ غیر خدا کی طرف منسوب رہا ہو حرام نہیں جیسا کہ عبداللہ کی گائے، عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا جانور، یا وہ جانور جن سے اولیاء اللہ کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو۔ ان کو غیر وقتِ ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ منسوب کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ عزجل کے نام پر ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جائے تو حلال اور طیب ہے۔ اس آیت میں صرف اسی کو حرام فرمایا گیا ہے جس کو ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ وہابی جو ذبح کی قید نہیں لگاتے وہ

آیت کے معنیٰ میں غلطی کرتے ہیں، اور ان کا قول تمام تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے۔''(۸۰)

بارہویں صدی ہجری کے مجدد مغل شہنشاہ محی الدین اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمۃ کے استاد، معاون مجدد، صاحبِ نورالانوار، فتاویٰ عالمگیری کے مرتبین علماء بورڈ کے صدر نشین حضرت علامہ ملاجیون علیہ الرحمۃ، آیت متذکرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

''وہ گائے جو اولیاء اللہ کیلئے نذر مانی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے، اسلئے کہ اس پر ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیا گیا۔ اگرچہ لوگ اسے نذر مانتے ہیں۔''(۸۱)

متذکرہ آیت مقدسہ میں اس ذبیحہ کی حرمت بیان کی گئی ہے جو بتوں کے نام پر مشرکین ذبح کرتے تھے یا آج کل ہندو اپنے دیوتاؤں کے نام سے بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کا مصداق مسلمان نہیں ہیں۔ مگر کیا کیجئے کہ مخالفین کی ہٹ دھرمی ہے کہ مسلمانوں اور موحدین پر اس آیت کو چسپاں کرتے ہیں۔ یہی فتنہ پرور اور شر پسند لوگ ہیں، جن کی مذمت میں درج ذیل حدیث قابلِ مطالعہ ہے۔

''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ان کو بدترین شرارتی قرار دے کر فرماتے تھے کہ یہ کفار کے حق میں آنے والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں۔(۸۲)

سرورِ دو عالم ﷺ سے نامزد بکری:

''خبر دی ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے عطا بن ابی رباح علیہ الرحمۃ نے حضرت عبداللہ

بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کیا کہ انہوں نے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری رسول اللہ ﷺ کیلئے نامزد کر رکھی تھی اور اپنی لونڈی کو وصیت کی کہ اس بکری کی نگہبانی کرے، چنانچہ وہ اس کی نگہبانی کرتی تھی اور جب وہ بکریوں میں آتے تو اس بکری کی طرف دیکھتے تھے یہاں تک کہ وہ خوب موٹی اور فربہ ہوگئی۔'' (۸۳)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے بکری ذبح کرنا:

''جب رسول اللہ ﷺ کسی بکری کو ذبح فرماتے تھے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں اور ملنے والیوں کو تلاش کرکے اس بکری کا گوشت بھجوایا کرتے تھے۔'' (۸۴)

امام احمد رضا مجدد و محدث بریلوی علیہ الرحمۃ، **وما اھل بہ لغیر اللہ** کے زیر تحت اپنے ایک رسالہ ''**سبل الاصفیا فی حکم الذبح للاولیا**''میں لکھتے ہیں،

> ''حق اس مسئلے میں یہ ہے کہ حلت و حرمتِ ذبیحہ میں حال و قول و نیت ذابح (یعنی ذبح کرنے والا) کا اعتبار ہے، نہ جانور کے مالک کا۔ مثلاً مسلمان کا جانور کوئی مجوسی ذبح کرے تو حرام ہوگیا اگرچہ مالک مسلم تھا۔ اور مجوسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا۔ یا زید کا جانور عمرو (یعنی مسلمان مالک اور مسلمان ذبح کرنے والا ہو) ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہوگیا۔ اگرچہ مالک برابر کھڑا ہو کر سو بار (100) بسم اللہ اکبر کہتا رہے۔ اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال ہے اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت و تعظیم مخصوص کی نیت سے

ذبح کیا تو (جانور) حرام ہو گیا۔ اگر چہ مالک کی نیت خاص اللہ عزوجل کیلئے ذبح کی تھی۔ یوں ہی ذابح نے خاص اللہ عزوجل کیلئے ذبح کیا تو حلال ہے اگر چہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں حال ذابح کا اعتبار ماننا اور اس خاص شکل میں انکار کر جانا محض تحکم باطل ہے، (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کرنا) جس پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں۔ ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً مجوسی نے اپنے آتش کدے یا مشرک نے اپنے بتوں کیلئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس (مسلمان) نے تکبیر کہہ کر (جانور) ذبح کیا تو حلال ہے، کھایا جائیگا اگر چہ یہ بات مسلمان کے حق میں مکروہ ہے۔ ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ تاتارخانیہ وجامع الفتاویٰ میں ہے۔ پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح ہی کی معتبر ہے اس سے قبل وبعد کا اعتبار نہیں۔ ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عزوجل کیلئے نیت تھی ذبح کرتے وقت غیر خدا کیلئے (جانور) اس کی جان دی تو ذبیحہ حرام ہو گیا۔ وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یوں ہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کیلئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مولا تبارک وتعالیٰ کیلئے اراقت دم (خون بہانے کی نیت) کی تو حلال ہو گیا۔ یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔

..........حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو اپنے مہمان کیلئے ذبح کرے اس کا فدیہ ہو جائے آتش دوزخ سے۔ اسے حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ تو معلوم ہوا

کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر (تو) کیا؟ حرام بھی نہیں بلکہ موجب ثواب ہے ایک حکم عام کفر وحرام کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ ولہذا علماء فرماتے ہیں مطلقاً نیت غیر کو موجب حرمت جاننے والا سخت جاہل اور قرآن وحدیث وعقل کا مخالف ہے۔ آخر قصاب کی نیت تحصیل نفع دنیا (یعنی حصول معاش) اور ذبائح شادی کا مقصود برات کو کھانا دینا ہے۔ نیت تو غیر یہ بھی ہوئی۔ کیا یہ سب ذبیحے حرام ہو جائیں گے؟ یوں ہی مہمان کے واسطے ذبیحہ کرنا درست و بجا ہے کہ مہمان کا اکرام عین اکرام خدا ہے...... بلکہ علماء یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابح خاص وقت ذبح تکبیر میں یوں کہے کہ بسم اللہ بنام خدائے بنام محمد ﷺ تو یہ کہنا مکروہ تو بے شک ہے مگر کفر کیسا؟ جانور حرام بھی نہ ہوگا جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم ﷺ کو صرف تعظیم ہو نہ معاذ اللہ حضور ﷺ کو ربّ عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ امام اجل فقیہہ النفس قاضی خاں (علیہ الرحمۃ) اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں، کسی شخص نے قربانی کی اور ذبح کرتے وقت کہا ''بسم اللہ بنام خدائے بنام محمد علیہ السلام'' تو اس کے بارے میں شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر اس شخص نے حضور ﷺ کے اسم گرامی سے آپ کی تعظیم کا قصد کیا تو جائز ہے اور اگر اس میں کچھ حرج نہیں اور اگر اس سے خدا کے ساتھ شرکت کا ارادہ کیا تو ذبیحہ حلال نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورتِ عطف میں مثلاً ''بنام خدا و بنام فلاں'' جس سے صاف معنیٰ شرکت ظاہر ہے، اگرچہ مذہب صحیح حرمت جانور ہے مگر حکم کفر

نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے۔ کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درمختار میں ہے اگر خدا کے ساتھ دوسرے نام کا عطف کیا تو ذبیحہ حرام ہوگا۔ جیسے ''باسم اللہ واسم فلاں''۔ ردالمختار میں ہے یہی صحیح ہے اور ابن سلمہ نے کہا کہ اس سے ذبیحہ مردار نہ ہوگا اس لیے کہ اگر مردار ہو جائے تو ایسا ذبیحہ کرنے والا کافر ہو جائے گا۔ میں (احمد رضا) کہتا ہوں کہ اس سے کفر کا لازم ماننا صحیح نہیں اس لئے کہ کفر ایک امر باطنی ہے اور اس پر حکم لگانا مشکل ہے تو حکم میں تفریق کی جائے گی ایسے ہی شرح المقدسی شرنبلالیہ میں ہے۔ اللہ اکبر خود ذابح خاص تکبیر ذبح میں نام خدا کے ساتھ نام غیر ملا کر پکارے اور کافر نہ ہو جب تک معنیٔ شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ بے حرف عطف ''بنام خدا بنام محمد ﷺ'' کہے اور اس نام پاک کے لینے سے ﷺ کی تعظیم ہی چاہے حضور ﷺ کی عظمت ہی کیلئے خاص وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ بنام محمد ﷺ کہے تو جانور میں اصلاً حرمت و کراہت بھی نہیں۔ مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکار دیا کہ فلاں کا بکرا، فلاں کی گائے، تو (منکرین کے نزدیک) پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ یہ لفظ منہ سے نکلتے ہی جانور کی بھی کایا پلٹ ہو کر فوراً بکری سے کتا، گائے سے سؤر۔ اگر چہ منادی غیر ذابح ہو، اگر چہ ابھی نہ وقت ذبح نہ دم تکبیر (ہے) معاذ اللہ وہ لفظ کیا تھے؟ جادو کے اچھتر تھے کہ چھوتے ہی جانور کی ماہیت بدل گئی؟ ایسے زبردستی احکام شرع مطہر سے بالکل بے گانہ ہیں۔ بڑی دلیل ان کی قصد عبادتِ غیر وہ مانع شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس شرک کے بدلے گوشت خرید کر تصدق کرنا ان

کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصال ثواب مقصود نہیں خاص ذبح للغیر وشرک صریح مراد ہے اگرچہ وہ (قائلین) صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصال ثواب ہی ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبح مراد ہے ذبح للغیر کہاں سے نکلا؟ کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں؟ کیا گوشت دینے میں وہ بھی خاص ہو جاتا ہے، عنایہ میں ہے قربانی کرنا اس میں قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں دونوں تقرب کا جمع کرنا ہے ایک اراقتِ دم (یعنی خون بہانا) اور صدقہ کرنا۔ اور دونوں قربتوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ مع ہٰذا عوام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آٹے کی چٹکی روز آنہ اپنے گھر کے خرچ سے نکالتے اور ہر ماہ اسے پکا کر حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں اگر ان سے کہئے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے خرچ میں لائیے اور اس کے عوض اور پکائیے (تو) کبھی نہ مانیں گے۔ حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کا محل نہیں اور ذبح میں بھی اگر اس جانور کے بدلے دوسرا جانور دیجئے ہرگز نہ لیں گے حالانکہ ادائے ذبح میں دونوں ایک سے۔ تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعیین وتخصیص کی بنا پر ہے نا معاذ اللہ اس توہم باطل پر خصوصاً جبکہ بے چارے صراحتاً کہہ رہے ہیں کہ حاشاللہ ہم عبادت غیر نہیں چاہتے صرف ایصال ثواب مقصود ہے۔ اور اگر انصاف کیجئے تو در بارۂ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں اگرچہ انہوں نے اس میں تشدد سمجھ لیا ہو جن چیزوں

کا نیت قربت کر لی گئی شرع مطہر بھی بلا وجہ ان کا بدلنا پسند نہیں فرماتی۔ ......مسلمان اپنے رب عزوجل کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے تو اس پر بدگمانی حرام و ناروا ہے۔ اوہام تراشیدہ پر مسلمان کو معاذ اللہ مرتکب کفر سمجھنا، حلال خدا کو حرام کہہ دینا ہے۔ نام الٰہی عزوجل جو وقت تکبیر لیا گیا باطل و بے اثر ٹھہرانا ہرگز وجۂ صحت نہیں رکھتا۔ امام فخر الدین رازی (علیہ الرحمۃ) تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا، جانور حلال ہو جانا واجب ہوا کہ دل کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔" (۸۵)

قول منکرین: کیا حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ عمل کیا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ اپنے رسالہ "اقامۃ القیامۃ" میں قرون ثلاثہ کی بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،

"حضرات مانعین (منکرین) کا تمام طائفہ اس مرض میں گرفتار کہ قرون و زمان کو حاکم شرعی بنایا ہے جو نئی بات کہ قرآن و حدیث میں بایں ہیئت کذائی کہیں اس کا ذکر نہیں، جب فلاں زمانہ میں ہو تو کچھ بری نہیں اور فلاں زمانہ میں ہو تو ضلالت و گمراہی، حالانکہ شرعاً و عقلاً کسی طرح زمانہ کو احکام شرع یا کسی فعل کی تحسین وہ تقبیح پر قابو نہیں۔ نیک بات کسی وقت میں ہو نیک ہے اور برے کام کسی زمانہ میں ہو برا ہے۔ آخر بلوائے مصر، واقعہ

کربلا و حادثۂ حرّہ و بدعاتِ خوارج و شناعات روافض و خباثات نواصب، و خرافاتِ معتزلہ، وغیر ہا امورِ شنیعہ زمانہ صحابہ و تابعین میں حادث ہوئے مگر معاذ اللہ اس وجہ سے وہ نیک نہیں ٹھہر سکتے۔ اور بنائے مدارس و تصنیف کتب و تدوین علوم و ردِّ مبتدعین و تعلیم نحو و صرف وہ طریق اذکار و صور اشغال اولیائے سلاسل قدست اسرارہم وغیرہا امور حسنہ ان کے بعد شائع ہوئے مگر عیاذاً باللہ اس وجہ سے بدعت نہیں قرار پا سکتے اس کا مدار نفس فعل کے حسن و قبیح پر ہے جس کام کی خوبی صراحتاً یا اشارتاً قرآن و حدیث سے ثابت وہ بے شک حسن ہوگا چاہے کہیں واقع ہو اور جس کام کی برائی تصریحاً یا تلویحاً وارد وہ بے شک قبیح ٹھہرے گا خواہ کسی وقت میں حادث ہو۔ جمہور محققین آئمہ و علماء نے اس قاعدہ کی تصریح فرمائی اگرچہ منکرین براہ سینہ زوری نہ مانیں امام ولی الدین ابوزرعہ عراقی (علیہ الرحمۃ) کا قول پہلے گزرا کہ کسی چیز کا نو پیدا ہونا (یعنی نیا کام) موجب کراہت نہیں کہ بہتیری (بہت زیادہ) بدعتیں مستحب بلکہ واجب ہوتی ہیں جبکہ ان کے ساتھ کوئی مفسدۂ شرعیہ نہ ہو...... امام علامہ ابن حجر عسقلانی (علیہ الرحمۃ) فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں بدعت اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری ہے اور جو دونوں میں سے کسی کے نیچے نہ داخل ہو وہ قسم مباح سے ہے اسی طرح صدہا اکابر نے تصریح فرمائی...... امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری

ZIA-E-TAIBA

مواہب الدنیہ میں فرماتے ہیں عمل کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی ہے۔" (۸۶)

گیارہویں کی تاریخ پر ایک نئی جہت سے غور:

حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو تین سو برس تک راضی کرنے میں مصروف رہے لیکن مشیت ایزدی کچھ اور تھی، جب حضرت آدم علیہ السلام میدان عرفات میں جبل رحمت پر پہنچے تو عاشورے کا دن تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی جبین اقدس میں چمکنے والے نور (نور مصطفیٰ ﷺ) نے عرفان دیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے سرور مرسلاں و شفیع مجرماں ﷺ کا وسیلہ پیش کیا اسی آن اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ اور پھر حضرت حوا سلام اللہ علیہا سے ملاقات بھی کرادی۔ قبولیت دعا کی خوشی اور زوجین کے وصال کی مسرت کے نتیجہ میں دونوں نے گیارہویں شریف منائی (یعنی محرم الحرام کی گیارہویں شب)۔ منکرین کیلئے ایک لمحۂ فکریہ ہے کہ اس وقت سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہاں تھے؟ اسی انداز فکر کو اگر آگے بڑھایا جائے تو حضرت ادریس علیہ السلام کو مقام علویت عطا ہونے کا جشن گیارہویں کو منایا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کے سفینے کو کنارہ ملنے اور طوفان کے تھمنے کا جشن گیارہویں کو منایا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل منتخب ہوئے تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے نار گلزار ہوئی تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا لقب ملا تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت داؤد علیہ السلام کی خاص دعا قبول ہوئی تو

گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت ایوب علیہ السلام امتحان میں کامیاب ہوئے تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کوفرعون سے نجات ہوئی تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت یونس علیہ السلام بطن ماہی سے باہر تشریف لائے تو گیارہویں کا جشن منایا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے تو گیارہویں کا جشن منایا گیا۔ الحاصل سبط رسول وجگر گوشۂ بتول حضرت امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت وانصار امتحان میں کامیاب ہوئے گیارہویں کا جشن منایا گیا اور یہی گیارہویں شریف سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری زندگی خود مناتے رہے، اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ عمل اس قدر پسند آیا کہ تا قیام قیامت، وابستگانِ اہلسنّت ومحبان اولیائے ملت اس جشن گیارہویں شریف کو مناتے رہیں گے۔

گیارہویں شریف کیلئے دلیل آخر:

تمام طائفہ مانعین کے مسلمہ پیرومرشد شاہ امداداللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ فیصلہ ہفت مسئلہ میں تحریر کرتے ہیں،

"سلف میں تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھانا کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کرلی۔ متاخرین میں کسی کو یہ خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کیلئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں (فاتحہ میں) زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر

کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشارٌ الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے۔ اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیتِ دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی بڑھ جاوے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔ قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ دعا کیلئے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے۔ پانی پلانا بڑا ثواب ہے۔ اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا پس یہ ہیت کذائیہ حاصل ہوگئی۔ (۸۷)

سیّدی محی الدّین (غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

از: حافظ محمد تقی شہید علیہ الرحمۃ

یہ مضمون روزنامہ جنگ کراچی غوث الاعظم ایڈیشن 1975ء سے لیا گیا ہے جس کا مقصد وحید صرف یہ ہے کہ حافظ محمد تقی شہید علیہ الرحمۃ کی یاد کو تازہ رکھا جائے

ZIA-E-TAIBA

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں دنیائے اسلام میں ایک ہولناک انتشار پیدا ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی اجتماعی قوت فرقہ بندی اور باہمی افتراق کی نذر ہو چکی تھی۔ ان میں بدعات اور غیر اسلامی معتقدات کی خوب نشونما ہو رہی تھی۔ ہر طرف محرومی، شقاوت، جبر واستبداد اور فسق و فجور کا دور دورہ تھا۔ غیر مسلم اقوام اس صورتحال کا پورا فائدہ اٹھا رہی تھیں۔ وہ نہ صرف مسلمانوں کو اختیار واقتدار سے محروم کرنے کے

منصوبے بنا رہی تھیں بلکہ اپنے ادیان کو دین حق سے افضل ثابت کرنے کیلئے بھی کوشاں تھیں۔غرض نکبت وادبار کے منحوس سائے ملت اسلامیہ پر چھارہے تھے اور دین حنیف پر پژمردگی طاری تھی یکا یک رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں ایک مرد کامل کا ظہور ہوا جس کی مسیحا نفسی نے مردہ دلوں کو حیات تازہ بخش دی۔اس کا ظہور صبح سعادت کا طلوع تھا کہ کرۂ ارض کا ذرہ ذرہ جگمگا اٹھا اور بدی کی طاقتوں میں ماتم بپا ہو گیا وہ ایک ابر رحمت تھا کہ جس نے خزاں رسیدہ شجر ملت کو سرسبز وشاداب کردیا۔ یہ مرد کامل تھے قطب ربانی ،محبوب سبحانی ،شہباز لامکانی، قطب الکونین غوث الثقلین سیّدالاولیاء، حضرت شیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابومحمد اور لقب محی الدین تھا۔عامۃ المسلمین میں آپ غوث الاعظم کے نام سے مشہور ہیں۔آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ والد ماجد کا نام حضرت سید ابوصالح موسیٰ علیہ الرحمۃ تھا اور والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ تھیں آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے گیارہ واسطوں سے اور بواسطہ مادر محترمہ چودہ واسطوں سے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے آپ نے سادات کرام کے ایک ایسے گھرانے میں آنکھیں کھولیں جہاں ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی تھیں۔آپ کے نانا حضرت سید عبداللہ صومعی علیہ الرحمۃ جیلان کے مشائخ میں ایک صاحب کرامت بزرگ تھے آپ کے والد سید ابوصالح ان متقی بزرگوں میں سے تھے جن کا تقویٰ اولیائے امت میں ضرب المثل ہے اسی طرح حضرت کی والدہ ماجدہ سیدہ ام الخیر فاطمہ بھی نہایت عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔

ZIA-E-TAIBA

جناب غوث الاعظم کی تاریخ ولادت سے متعلق دو روایتیں ہیں ایک روایت میں آپ کا سن پیدائش یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ہے جبکہ دوسری روایت کے مطابق آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۱ھ میں عالم قدس سے عالم امکانی میں تشریف لائے۔ کثرت آراء دوسری روایت کے حق میں ہے۔آپ کی ولادت کے وقت بہت سے حیرت انگیز واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ جب آپ رونق افروز عالم ہوئے تو اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر ۶۰ سال تھی اور اس عمر میں طبی اعتبار سے عموماً اولاد سے ناامیدی ہو جاتی ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ اس عمر میں جناب عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ ان کے بطن سے ظاہر ہوئے۔

مناقب غوثیہ میں شیخ شہاب الدین سہروردی سے منقول ہے کہ سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت کے وقت غیب سے پانچ عظیم الشان کرامتوں کا ظہور ہوا۔اوّل شب ولادت آپ علیہ الرحمۃ کے والد سید ابو صالح نے خواب میں دیکھا کہ آقائے دو جہاں حضرت رسول مقبول ﷺ تشریف لائے ہیں ارشاد فرما رہے ہیں (ترجمہ) اے ابو صالح، اللہ تعالیٰ نے تجھے فرزند عطا کیا ہے وہ میرا محبوب ہے اور خدائے پاک و برتر کا محبوب ہے، اور تمام اولیاء و اقطاب میں اس کا مرتبہ بلند ہے۔

دوئم جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا، جو آپ علیہ الرحمۃ کے ولی ہونے کی دلیل ہے۔

سوئم آپ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے عالم خواب میں بشارت دی کہ جو لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہوا ہے سلطان الاولیا ہوگا۔

چہارم آپ کی ولادت کے شب صوبہ گیلان میں تقریباً گیارہ صد لڑکے پیدا

ہوئے جو سب کے سب مرتبہ ولایت پر فائز ہوئے۔ اس رات تمام علاقہ گیلان میں کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔

پنجم یہ کہ آپ رمضان المبارک کے مہینہ کی چاند رات کو پیدا ہوئے۔ دن کے وقت مطلق دوودھ نہیں پیتے تھے البتہ افطار سے لے کر سحری تک والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے۔ ولادت کے دوسرے سال کہر کی وجہ سے رویت ہلال کے متعلق کچھ شبہ پڑ گیا تھا لیکن جب وقت سحر کے بعد جناب غوث الاعظم نے والدہ ماجدہ کا دوودھ نہ پیا تو آپ کی والدہ سمجھ گئیں کہ آج رمضان المبارک کی پہلی تاریخ ہے انہوں نے لوگوں کو یہ خبر سنائی اور بعد میں معتبر شہادتوں سے اس قیاس کی تصدیق بھی ہوگئی۔ سیدنا غوث الاعظم مادرزاد ولی تھے اور ولی بھی وہ جن کے سر پر اولیاء اللہ واقطاب زمانہ کی صدارت کا تاج رکھا گیا۔ آپ کی کرامت کی کثرت پر تمام مورخین کا اتفاق ہے شیخ علی بن ابی نصر الہیتی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے زمانے میں کوئی شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر صاحب کرامت بزرگ نہیں دیکھا۔

جس وقت کوئی شخص آپ کی کرامت دیکھنے کا متمنی ہوتا دیکھ لیتا۔ امام نووی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ جس کثرت سے معتبر راویوں کی زبانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی کرامات ہم تک پہنچیں ہیں اور کسی ولی کی کرامات اس طرح نہیں پہنچیں۔ شیخ ابن تیمیہ کا قول ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمۃ کی کرامات حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔

بے شمار مشائخ وعلماء نے آپ کی کثرت کرامات کی شہادت دی ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کیلئے

ایک باد بہاری تھا۔ جس نے دلوں کے قبرستان میں ایک نئی جان ڈال دی اور عالم اسلام میں ایمان وروحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کردی۔

سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمۃ نے ابتدائی تعلیم جیلان کے ایک مکتب میں حاصل کی والد ماجد کا بچپن میں ہی انتقال ہو چکا تھا۔ تربیت ونگہداشت کی تمام ذمہ داری والدہ کے سپرد تھی ۔آپ کو حصول علم کا بے حد شوق تھا۔ والدہ ماجدہ نے باوجود عمر رسیدہ ہونے کے اجازت دے دی اور آپ صفر ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے جو دنیائے اسلام کا مرکز علوم وفنون تھا۔ اور بڑے بڑے نامور علماء واساتذہ اس مدرسہ سے متعلق تھے۔ آپ جوئے علم سے خوب خوب سیراب ہوئے تحصیل علم کے معاملے میں آپ نے اپنے طبعی زہد وقناعت سے بالکل کام نہیں لیا۔ بلکہ اوقات مدرسہ کے بعد اس دور کے دوسرے علماء کرام سے بھی خوب استفادہ کیا۔ اور ۴۹۶ھ میں ہر قسم کے علوم پر کامل عبور حاصل کر لیا۔ اس کے بعد مجاہدات و ریاضت میں مشغول ہو گئے ۔ اور ایک طویل مدت تک آپ نے ایسے مجاہدے کئے اور ریاضتیں کیں کہ ان کا حال پڑھکر انسان تھرا اٹھتا ہے۔ کوئی سختی اور مصیبت ایسی نہ تھی جو اس عرصے میں آپ نے نہ جھیلی ہو۔ دراصل یہ سب کچھ تزکیۂ نفس کیلئے تھا۔ کثرت عبادات اور ریاضت سے آپ نے فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول ﷺ کے مقامات طے فرما لیے روئیں روئیں میں عشق الٰہی اور حب مصطفیٰ ﷺ موجزن ہو گیا۔ اور آپ علیہ الرحمۃ عزیمت واستقامت کا پہاڑ بن گئے۔

تحصیل علوم ظاہری وباطنی کے بعد آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ علیہ الرحمۃ کے طریقہ تعلیم کا اتنا شہرہ ہوا کہ گرد ونواح کے ہی نہیں بلکہ دور دراز

ZIA-E-TAIBA

علاقوں سے طلباء آپ کے مدرسہ میں آنے لگے۔ صبح کے وقت حدیث وتفسیر کا درس اور شام کو تصوف اور فضائل قرآن کا بیان ہوتا ایک وقت میں چھ چھ سو طلبا تعلیم پاتے۔ آپ پوری توجہ سے ان کے علم کی تشنگی دور کرتے اور جب وہ علم کے اس بحر ذخار سے سیراب ہو کر گھروں کو لوٹنے لگتے تو آپ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں مبلغین کی حیثیت سے متعین فرماتے۔ آپ کے فیض یافتہ شاگرد، مرید اور خلفاء دنیائے اسلام میں چاروں طرف پھیل گئے اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے لاکھوں بندگان خدا کو گمراہی کے گرداب بلا سے نکالا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ توحید خالص، اتباعِ رسول ﷺ اور اقامت دین اور احیائے اسلام کے علم بردار تھے اسلئے آپ کی تمام تعلیمات، شریعت، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے محور کے گرد گھومتی ہیں۔ اس کے سوا آپ کی تعلیمات میں سے کچھ اور ڈھونڈنا عبث ہے۔ آپ کے تمام ارشادات کا ماخذ قرآن حکیم اور سنتِ نبوی ﷺ ہے اور ان ہی کی روشنی میں آپ نے مخلوق خدا کو تعلیم دی۔

سیدنا غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کا سلسلہ مواعظ وتقاریر چالیس سال تک جاری رہا اور اس مدت میں آپ کے پرتاثیر خطبات و مواعظ نے دلوں کی دنیا بدل دی۔ آپ کی محافل وعظ میں سامعین کی تعداد اکثر اوقات ۷۰ ہزار سے تجاوز کر جاتی تھی۔ اکثر سینکڑوں آدمی تجلیات الٰہی سے بے ہوش ہو جاتے۔ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے تھے جب میں کلام کرتا ہوں تجلیات الٰہی اثر لے کر نمودار ہو جاتی ہیں۔ آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی زندگی عطا ہوئی۔ ایوانہائے کفر وشرک میں زلزلہ آ گیا۔ بدعات وضلالت کی ہولناک آندھیوں کا گرد وغبار چھٹ گیا۔ اور دین حق

ZIA-E-TAIBA

ایک بار پھر لوگوں کے سامنے اپنی اصلی صورت میں نمودار ہو گیا۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کو دنیائے اسلام میں محی الدین کے معزز و مقرب لقب سے پکارا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ نے اسلام کیلئے بے مثال جد جہد کی۔ مجلس وعظ ہو یا خانقاہ کی خلوت ، مدرسہ کے اوقاتِ درس و تدریس ہوں یا مسند افتاء ہر جگہ آپ کی جدو جہد احیائے دین کیلئے تھی۔ اسلام کی اس وقت کیا حالت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: لوگو! اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں ، بدعتیوں، گمراہوں ،مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے ظلم سے جو ان میں موجود نہیں ہیں اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کی دیواریں پے بہ پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد گری جاتی ہے۔ اے باشندگان زمین! آؤ جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کریں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی۔ اے سورج، اے چاند، اے دن تم سب آؤ۔

ایک دفعہ سیدنا غوث الاعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ ''محی الدین'' کے لقب سے کیسے مشہور ہوئے؟'' آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''ایک دن میں بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ واپس آ رہا تھا تو راستے میں ایک بیمار اور خستہ حال شخص کو دیکھا جو ضعف وکمزوری کے سبب چلنے سے عاجز تھا۔ میں اس کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگا۔ اے شیخ! مجھ پر اپنی توجہ کرو اور اپنے دم مسیحا نفس سے مجھے قوت عطا کر۔ میں نے بارگاہ رب العالمین میں اس کی صحت یابی کیلئے دعا مانگی اور پھر اس پر دم کیا میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی کمزوری اور نقاہت دور ہو گئی اور وہ تندرست

ZIA-E-TAIBA

وتوانا ہو گیا اور کہنے لگا عبدالقادر مجھے پہچانا؟ میں نے کہا نہیں۔ وہ بولا میں تمہارے نانا جان کا دین ہوں۔ ضعف کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے مجھے حیات تازہ عطا کی ہے۔ تو ''محی الدین'' ہے اور اسلام کا مصلح اعظم ہے۔ میں اس شخص کو چھوڑ کر بغداد کی جامع مسجد کیطرف روانہ ہوا۔ راستہ میں ایک شخص ننگے پاؤں بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور بلند آواز سے پکارا ''سیدی محی الدین'' میں حیران رہ گیا۔ میں نے مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کیا جونہی سلام پھیرا میرے چاروں طرف لوگ موجود تھے اور محی الدین محی الدین کے فلک شگاف نعرے بلند کر رہے تھے اس سے پہلے مجھے کبھی کسی نے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔''

۵۶۱ ھ میں آپ کی عمر شریف نوے سال کی ہوئی تو یکا یک قوا میں اضمحلال محسوس ہوا، جس نے آہستہ آہستہ شدید صورت اختیار کر لی اور آپ صاحب فراش ہو گئے۔ یہ علالت درحقیقت ذات الٰہی سے محبت کی کشش تھی اور اس بات کا اشارہ کہ بارگاہ خداوندی سے بلاوا آیا ہی چاہتا ہے۔ وصال سے کچھ دیر پہلے آپ علیہ الرحمۃ نے تازہ پانی سے غسل کیا اور نماز عشا ادا کی اور دیر تک بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور یہ دعا فرماتے رہے۔ ''اے اللہ عزوجل! محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت پر رحم فرما۔ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ تو اس سے راضی ہے۔ اور وہ تجھ سے راضی ہے۔ پس میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔'' اس کے ساتھ ہی آپ علیہ الرحمۃ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عمر مبارک ۹۰ سال ۹ ماہ تھی۔ آپ کا مزار مبارک آج بھی بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔

ZIA-E-TAIBA

مراجع وحواشی

(۱) قرآن مجید: پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۹۶

(۲) علامہ ابن منظور افریقی علیہ الرحمۃ: لسان العرب

(۳) امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ: صحیح بخاری ومشکوٰۃ شریف

(۴) مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر

(۵) قرآن مجید: پارہ ۱۶، سورۃ مریم، آیت ۹۶

(۶) تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور، تفسیر ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی

(۷) بخاری شریف جلد اول، صفحہ ۴۵۶

(۸) ما ثبت من السنہ صفحہ ۱۷۳

(۹) قرآن مجید پارہ ۱۶، سورۃ مریم

(۱۰) ایضاً

(۱۱) قرآن مجید: پارہ ۲۹، رکوع ۱۹

(۱۲) قرآن مجید: پارہ ۱۷، رکوع ۱۱

(۱۳) قرآن مجید: پارہ ۱۸، سورۃ نور، آیت ۳۵

(۱۴) تفسیر ابن جریر

(۱۵) تفسیر ابن کثیر ودر منثور

(۱۶) دلائل النبوت، مسند امام احمد، المستدرک جلد دوم صفحہ ۴۵۳

(۱۷) تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور، روح المعانی

(۱۸) ایضاً

(۱۹) ایضاً

(۲۰) بخاری ومسلم

(۲۱) تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور، تفسیر خازن

(۲۲) ایضاً

(۲۳) رواہ ابن ابی شیبہ، شامی: جلد اول، باب زیارت القبور

(۲۴) رواہ البیہقی از شرح الصدور صفحہ ۸۷، تفسیر کبیر جلد ۵، صفحہ ۲۹۵، تفسیر ابن جریر جلد ۱۳ صفحہ ۸۴، تفسیر نیشاپوری جلد ۱۳، صفحہ ۹۲، تفسیر در منثور جلد ۴، صفحہ ۵۸

(۲۵) نسائی شریف جلد دوم صفحہ ۱۴۹، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۹

(۲۶) ابوداؤد شریف جلد دوم صفحہ ۱۱۳، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۸، اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۲۱۹

(۲۷) عمدۃ القاری جلد ۲۲، صفحہ ۸۲

ZIA-E-TAIBA

(۲۸) ترمذی شریف جلداول صفحہ ۱۸۶، ابوداؤد شریف جلددوم صفحہ ۱۱۲

(۲۹) گیارہویں شریف صفحہ ۴۱

(۳۰) جاءالحق حصہ اول صفحہ ۲۸۷

(۳۱) ماثبت من السنہ صفحہ ۱۷۴

(۳۲) تحفہ اثناعشریہ صفحہ ۲۲۸

(۳۳) رواہ البیہقی ازمشکوٰۃ صفحہ ۲۰۶

(۳۴) رواہ ابوداؤدوالنسائی ازمشکوٰۃ صفحہ ۱۶۹

(۳۵) رواۃ البخاری ومسلم ازمشکوٰۃ صفحہ ۱۷۲

(۳۶) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ : جامع الصغیر جلداول صفحہ ۲۹

(۳۷) امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ : شرح الصدور صفحہ ۲۸

(۳۸) المرجع السابق، جامع الصغیر جلداول صفحہ ۶۹

(۳۹) رواہ الطبرانی ازصحیح البہاری جلداول صفحہ ۹۵۱

(۴۰) ایضاً

(۴۱) مراقی الفلاح صفحہ ۳۶۳

(۴۲) رواہ ابن خزیمہ ازشرح الصدور صفحہ ۱۲۷

(۴۳) شرح الصدور صفحہ ۱۳۰

(۴۴) شرح الصدور صفحہ ۱۲۹

(۴۵) شرح الصدور صفحہ ۱۴۹

(۴۶) رواۃ البخاری ازشرح الصدور صفحہ ۱۲۸

(۴۷) رواہ الطبرانی ازشرح الصدور صفحہ ۱۲۹

(۴۸) ایضاً

(۴۹) ایضاً

(۵۰) ابوداؤدشریف وترمذی شریف

(۵۱) مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۶

(۵۲) شرح الصدور صفحہ ۱۲۸

(۵۲الف) شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۱۸

(۵۳) رواہ الترمذی

(۵۴) شرح الصدور صفحہ ۱۲۷

(۵۵) شرح الصدور صفحہ ۱۳۰

(۵۶) ایتان الارواح صفحہ ۳

ZIA-E-TAIBA